

مولانا شاہ اسماعیل شہید

گذشتہ سے پیوستہ

حضرت سید صاحب اور شاہ صاحب : جہاں تک باہمی تعلق کا مسئلہ ہے، اس سلسلہ میں بلا خوف تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ شاہ صاحب سید صاحب کے محمد خصوصی اور تحریک کے روح رواں تھے۔ پہلے گزرا کہ حکم شاہ عبدالعزیزیت ہے، پہلے مرید تھے۔ پالکی کے ساتھ ننگے پاؤں دوڑنا فرماتے تھے جنگی گروپ میں خاص مشیران سید بھی دو تھے، مولانا عبدالحی اور شاہ صاحب نیز سید صاحب نے حسب ارشاد خداوندی : **ذَامِرُكُمْ شَوْرَىٰ بَيْنَكُمْ** اور **وَمُشَاوِرُكُمْ فِي الْأَمْرِ** باقاعدہ مجلس بنا رکھی تھی جس کے رکن رکن شاہ صاحب ہی تھے۔ (جماعت مجاہدین) اور تحریک کا پرزاد فیزی نظام شاہ صاحب کی نگہانی میں تھا۔ بقول مہر صاحب جب شاہ صاحب مرکز میں ہوتے تو تمام مکاتیب وہی لکھواتے، سید صاحب مصنون بنادیتے اور شاہ صاحب اسے جامع عبادت پہنا کر لکھوا دیتے۔ (جماعت مجاہدین بحوالہ منظورہ ص ۵۷) سید صاحب کی مہر پر اسماء احمد اور شاہ صاحب کی مہر پر وا ذکر فی الکتاب اسماعیل لکھا تھا۔ اور یہ دونوں شاہ صاحب کے پاس رہتیں۔ (ایضاً ص ۵۹) شاہ صاحب اور مولانا عبدالحی وقف للتبلیغ تھے۔ (آثار الصنادید بحوالہ جماعت مجاہدین ص ۵۹) لیکن معرکہ جہاد میں شاہ صاحب کسی سے پیچھے بھی نہ تھے، یہاں تک کہ ترتیب مجلس کے وقت مقدمۃ المجلس کی قیادت انہیں سونپی گئی (شاندار ماضی ص ۶۹) (یاد رہے کہ مولانا عبدالحی بہ شعبان ۱۳۴۷ھ واقعہ بالاکوٹ سے تین سال پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے تھے، وقت رخصتی زبان پر تھا الحقتی بر فیتق الاعلیٰ - حیات طیبہ ص ۵۳ تاہم آپ کی زندگی میں جو معرکے ہوئے ان میں آپ بھی شریک تھے)

جنگی آمد دفتری و انتظامی معاملات میں شاہ شہید کے متعلق سرسری تذکرہ آپ نے پڑھ لیا۔ مرزا حیرت نے حیات طیبہ کے صفحہ ۲۸۶ پر بعینہ یہ لکھا ہے اب ہم صفحہ ۲۸۷ سے شروع ہونے والی لڑائیوں کا نہایت اختصار سے ذکر کرتے ہیں۔ زیادہ تر مقصد شاہ شہید کے حصہ شرکت کی وضاحت ہے کہ تذکرہ ان کا ہے واللہ التوفیق جب قافلہ مجاہدین کابل پہنچا تو حکومت و رعیت کے حلقہ میں مشہور ملا محمد سے واسطہ پڑا، پہلے ان کے شاگرد افغان لینے آئے پھر خود شاہ شہید نے تعداد و ملاقات لسانی سے انہیں متاثر کیا اور وہ سید صاحب سے بیعت ہو گئے۔ یہ عظیم کامیابی تھی کیونکہ ان کی عقیدت گویا کابل بھر کی عقیدت تھی۔ (حیات طیبہ صفحہ ۲۸۷) پھر پہلی جنگ موضع خوشیگی میں ہوئی مجاہدین دریائے لنڈہ کے اس طرف تھے کہ سردار اکوڑہ امیر خان آئے بیعت ہوئے ان کے مشورہ سے دریا کے اس پار جانا پڑا۔ معرکہ کارزار پیا ہوا۔ سکھ لا تعداد لاشیں اٹھا کر لے گئے اس کے باوجود ۲۶ ہزار سکھ مقتولین کی نعشیں میدان میں پڑی تھیں۔

۲ جمادی الاول ۱۲۵۲ھ ۲۱ دسمبر ۱۸۳۶ء کو یہ فتح عظیم نصیب ہوئی شاہ صاحب بحکم امیر شریک میدان توڑ نہ ہو سکے البتہ کمان پیچھے سے وہی کرتے رہے۔ (ایضاً صفحہ ۲۹۴) دوسرا حملہ حضرو پر ہوا سامان بہت ملا۔ (صفحہ ۲۹۴) تیسرا معرکہ دریائے اباسین کے کنارے ہوا۔ ایک طرف سکھوں کا بڑی دل شکر اور توپیں، دوسری طرف مفلوک الحال گنتی کے مجاہدین بہ قیادت شاہ صاحب، اللہ نے کامیابی عطا فرمائی۔ (صفحہ ۳۰۲) بعدہ مجاہدین نوشہرہ آگئے سرداران پشاور آئے، بیعت ہوئے لیکن بعض شیعہ تھے (تقیہ باد) انہوں نے سید صاحب کے کھانے میں زہر ملا دیا اور سواری کے لئے ننگڑا ہاتھی دیا۔ سید صاحب کی ناگفتہ بہ حالت تھی، شاہ صاحب قیادت نہ کر سکے، یوں بھی امیر کی حالت کا مجاہدین پر اثر تھا۔ نتیجہً زک اٹھانا پڑی لیکن سبب اسلام کے ابتدائی دشمن شیعہ بنے (صفحہ ۳۰۵) بعدہ شکر چند لٹی چلا آیا، سردار کھلی نے مدد مانگی شاہ صاحب کی زیر قیادت مختصر شکر گیا۔ فاقہ سے چور تھے لیکن فتح ہوئی، سامان غنیمت بہت ملا جس سے رسد کی کچھ تکلیف بھی ختم ہوئی اعتماد علی اللہ اور توکل کے یہ کرشمے تھے! جو ایسے ہوں انہی کیلئے ہے۔ نصر من اللہ و فتح قریب۔ اور ساتھ ساتھ اللہ کی طرف شاہ صاحب جیسا جرنیل عطا ہوا۔ (صفحہ ۳۱۲) اگلے دن خاص گڑھی پر حملہ ہوا فتح عظیم نصیب ہوئی، یہاں شاہ صاحب کی انگلی زخمی ہوئی فرماتے یہ انگلی شہادت ہے ہاں کہ منظر کر کے تو میرے لئے کافی سرمایہ ہے۔ (صفحہ ۳۱۶) بعدہ دونوں گہانی آفتیں ٹوٹ پڑیں۔ مولانا عبدالحی کی وفات۔ قائدین و مجاہدین کے لئے صبر آنا سنا نہ تھا، لیکن

راضی برضا تھے (تخذه الله بغفرانہ) دوسرے مولوی محبوب علی صاحب دہلوی کا فتویٰ جس سے مجاہدین کی کمک رک گئی لیکن پیارے شہید کے ناخر تدبیر سے یہ گنتی سلجھ گئی اور دشمن ناکام ہوئے۔ (ص ۳۱۹) اس کے بعد آتماں زئی میں جنگ ہوئی بد قسمتی سے دوسری طرف فوج میں اکثر مسلمان تھے (آہ فریب خوردہ مسلمان ہر دور میں دشمنوں کی سازشوں کا شکار ہوا) کمانڈر شاہ صاحب تھے حکم دیا کہ سوائے سینہ بسینہ جنگ کے کسی کو قتل نہ کریں، بھاگتے ہوؤں کا تعاقب نہ کریں، قیدیوں سے حسن سلوک کریں۔ سردار خیبر گربیع ہو چکا تھا لیکن کھوٹے کے اس کا منہ پر پکے تھے، وہ بھی شریک دشمن ہوا۔ ہمت مردانہ سے حملہ ہوا سب نفروں ہو گئے۔ پنجاب پر ایسی دھچک بیٹھی کہ ۲ ہزار سرداروں کے فدویت نامے آ گئے۔ (ص ۳۲۳)

آٹھویں جنگ سب سے زیادہ مشہور ہے اس میں مخالفین کا کمانڈر مشہور فرانسیسی جنرل انطورا تھا جس کا رنجیت سنگھ سے وعدہ تھا کہ سید احمد اور شاہ اسماعیل کو زندہ قیدار میں لاؤں گا۔ پھر باغی امیر خادی خان (ریاست ہنڈ) نے اسے اور ڈھارس بندھائی، توپیں اور سامان بے حد بٹھا، جنرل نے دریائے ابا سین پار کر دیا، لیکن شاہ صاحب نے دیکھ کر تعمیر کرانی سچیں میں سید صاحب سمیت سب شامل تھے اس پر برجیاں بنوائیں ان پر توپیں نصب ہوئیں، شکر کے حصے بنا دئے۔ ہر حصہ کا مخصوص نشان تھا۔ شاہ صاحب نے جھنڈی کیا ہلائی مجاہدین نے ایسا تاڑ توڑ حملہ کیا انطورا اور خادی خان غائب و خامر ہو کر دوڑے اور اس طرح کہ مثال شکل سے ملے گی۔ (ص ۳۲۳) انطورا نے بزدلی دکھائی بھاگتے ہوئے بہ مشورہ خادی خان مسلمانوں کے گھر غلاتا گیا خادی خان کی سرکوبی ضروری تھی، شاہ صاحب مختصر سی جماعت لیکر راتوں رات قلعہ کو چھانڈ کر اندر گھس گئے۔ خادی خان کے حواس باختہ ہو گئے۔ کوئی راستہ نہ ملا، ذلیل ہو کر دوڑا۔ شاہ صاحب نے اخلاق کریمانہ کا ثبوت دیا، قلعہ میں کسی کو چھڑا تک نہیں۔ سامان جنگ پر قبضہ کیا، فتح ہوئی، بعد میں حالات ایسے ہوئے کہ شاہ صاحب گرفتار ہو گئے۔ سید صاحب اور مجاہدین پریشان تھے۔ لیکن شاہ صاحب مردانہ وار قید سے نکل کر للکارہ تھے ہوئے واپس آ گئے۔ اور خادی خان کو منہ کی کھانی پڑی۔

مجاہدین سید صاحب سمیت پنجتاڑ تھے، خیال آیا کہ کشمیر کو ہیڈ کوارٹر بنائیں، لیکن راستہ میں امب کی ریاست تھی جس کا سردار بڑا مغرور تھا، اس نے راستہ روکنا چاہا، ادھر سے حملہ کی تیاری ہوئی، اس نے چال چلی فدویت نامہ لکھا اور پھر شب خون مارنا چاہا، رات کے سناٹا میں اس نے یہ حرکت کی مجاہدین ہتھیار باندھے آرام کر رہے تھے۔ ایسی مدافعت کی کہ اس کو جان کے لالے

پڑ گئے۔ وہ بھاگا اور ایسے کہ پھر پتہ نہ چلا، سید صاحب نے اسب کے انتظام کو شرع محمدی کے مطابق کیا، قاضی مقرر کئے، اپنی اور شاہ صاحب وغیرہ کی مہریں بنیں۔ (ص ۲۳۸) اس کے بعد خالصہ فرج نے بدلہ چکانا چاہا، چتر بائی پر حملہ کیا لیکن مجاہدین کی جی توڑ جوابی مدافعت سے عبرتناک شکست کھائی (ص ۲۳۳)

پھر پشاور کا قصد ہوا، شانِ خداوندی کہ ایک قطرہ خون بہے بغیر پشاور قبضہ میں آگیا سردار پشاور پہلے کئی بار بد عہدی کر چکا تھا لیکن مسلمانوں کا عفو و درگزر ایک مثالی چیز ہے۔ اس نے پھر معافی مانگی چنانچہ حاکم دہی رہا، البتہ نظام کو شرع کے مطابق کیا۔ عامل مقرر کئے۔ بد قسمتی سے آپ واپس چلے آئے۔ عاملین سے بعض باتیں ایسی سرزد ہوئیں جو باشندگان علاقہ کو پسند نہ تھیں سردار کا دل پہلے سے گندا تھا۔ سازش سے تمام عامل قتل کر ڈالے، شاہ صاحب اور سید صاحب کیلئے یہ خبر بڑی روح فرسا تھی، وہ مسلمان کی بلندی و کامیابی کیلئے مصائب برداشت کر رہے تھے لیکن نام نہاد مسلم فرماں رواؤں کی بد عہدیاں نکتہ عروج پر پہنچی ہوئی تھیں۔ آپ نے دل برداشتہ ہو کر اعلان ہجرت کر دیا اور فرمایا جو چاہے یہاں رہے جو چاہے چلا جائے۔ کچھ لوگ چلے گئے لیکن کچھ نہ نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے۔ کہہ کر رُک گئے۔ (ص ۲۵۱)

اب سید صاحب کا غمانِ مقیم ہوئے کچھ مکانات بنائے کہ ہاجرین آرام سے رہ سکیں بالاکوٹ ایک محفوظ مقام تھا۔ شہادت سے چند روز پہلے کا ایک مکتوب ملاحظہ فرمائیں :

”فی الحال بالاکوٹ کے قصبہ میں کہ اس کے دروں میں ایک درہ ہے، جمعیتِ خاطر کے ساتھ ٹھہرا ہوا ہوں، اور کفار کا شکر بھی مجاہدین کے مقابلہ کے لئے تین چار کوس کے فاصلہ پر ڈیرہ ڈالے ہوئے ہے لیکن چونکہ مقام مذکور محفوظ ہے، شکرِ مخالف خدا کے فضل سے وہاں نہیں پہنچ سکتا۔ (مقالات ص ۱۷۱)

لیکن دشمن چالوں میں لگا تھا اور کسی کا ضمیر خریدنے کی فکر میں تھا کہ سراجِ طے راستہ تنگ تھا، بمشکل ایک آدمی وہاں سے گذر سکتا تھا۔ یہی سبب تھا کہ آپ تو پس ساتھ نہ لاسکے تھے۔ راستہ میں مختلف گاؤں کے لوگوں کو امانت کے طور پر دے گئے تھے۔ رؤسا بالاکوٹ بے ایمانی و ضمیر فروش کا کردہ دھندلہ کرتے تو آپ جمعیتِ خاطر سے اگلا پروگرام سوچ سکتے۔ لیکن تاریکی کے بادل ہنوز چھٹے نہ تھے مسلمانوں کے سروں پر مسلط ہونے والا تاریک سایہ غلامی ابھی باقی رہنا

مخافہ بکاؤ مال نے دشمن سے ساز باز کی وہ دھڑ آیا، یہاں مختصر جماعت تھی، سامان پاس نہ تھا، شاہ صاحب سمجھ گئے کہ آخری میدان ہے اور وقت آخر ہے، جی توڑ کر لڑو، چنانچہ لڑے اور ایسے کہ بقول الیگزینڈر موت کے بعد سو سے زیادہ زخم تھے۔ شاہ صاحب اور سید صاحب حیات جاودانی حاصل کر گئے۔ سرزمین بالاکوٹ کو اپنے خون مقدس سے رونق بخشی مکینوں کی پیشانیوں پر سیاہ داغ لگا۔ اس کلنک کے ٹیکہ نے دارالاسلام کا تصور قصہ پارینہ بنا دیا۔ انگریزوں نے چراغ جلائے اور ۲ سال بعد باقاعدہ حکمران بن گیا یعنی بقالی سے حکمرانی۔ (نکاح مرتبہ واسطہ مولانا سندھی)

یہ واقعہ عظمیٰ ۱۲۴۷ھ ذی قعدہ ۱۲۴۷ھ مطابق ۵ مئی ۱۸۳۱ء یرم جمعہ کا ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

بالاکوٹ کا چپہ چپہ ہندوستان کے آخری مسلمان مجاہدین کے پاکیزہ خون سے رنگین ہو چکا ہے یہ وہی مقام ہے جہاں تاریخ ہند کے عہد اسلامی کی چند عظیم النظیر ہستیاں عموماً تراست ہیں۔

یہ خراج عقیدت ہے ایک مقصد و مودرخ کا اس سرزمین کو جسے بالاکوٹ کہتے ہیں، اور جس نے اپنے جگر کو چیر کر اس مقدس امانت کی حفاظت کی ہے اور یوں روضۃ من ریاض الجنۃ ہوئے کا شرف حاصل کیا ہے، جہاں مقصد عزیزی کی خاطر خون مسلم کا ایک قطرہ ہے اس مقام کی رفعت و عظمت اور جثریا سے ماوراء ہے تو جہاں سید احمد اور شاہ اسماعیل جمیوں کا خون بہا اس مقام کی رفعتوں کا کیا ٹھکانہ۔

مگر افسوس کہ وہاں کے مکینوں نے ان نووارد مجاہدین کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا جن کے دل سوئے ایمان سے لبریز تھے اور جنہوں نے اسلام و مسلمان کی سر بلندی کیلئے جان و سبیل پر رکھ چھوڑی تھی و احسن تر غلاری ایک ایسی مقدس جماعت سے جسکی جفاکشی ایک مفکر کیلئے سامان حیرت پیدا کرتی ہے۔ ذرا اس گیت کو ملاحظہ فرمائیں، جفاکشی اور مقصد سے وارفتگی کے یہ نمونے دنیا نے کم دیکھے ہوں گے۔

کافر کے خلاف جنگ مسلمانوں کا فرضِ ادین ہے۔ سب کام چھوڑ کر اسکی تیاری کرو۔ جو شخص اس مقصد کے لئے ایک پیسہ دے دوسری دنیا میں سات سو گنا اجر ملے اور جو بذاتہ شامل جنگ ہو اسے سات ہزار گنا۔ جو ایک مجاہد کو ہتھیار دے اسے ثواب شہادت ملے۔ بزدلی کو خیر باد کہو، اپنے روحانی قائد کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ اور کفار پر ضرب کاری لگاؤ۔ ہزاروں لوگ میدان میں جاتے ہیں لیکن ان کا بال بیکا نہیں ہوتا۔ اور ہزار ہا گھر میں رہتے ہیں مگر موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ مقدس جماعت تھی جس کے قائد کے متعلق ہنر پر کہتا ہے: ان کا دھیان خدا کی طرف

تھا اور روح ہم وطنوں کی نجات کے لئے ترتیبی رہی۔ (کیا ہم وطن سکھ کے مظالم کا شکار تھے یا انگریز کے) بدعہدی اس جماعت سے جو خدائی خد شکار تھے، اور جن کا مقصد علم الہی کو بلند کرنا تھا، اور جن میں رضائے ایزدی اس وجہ موجود تھی کہ معرکہ کارزار میں جب سرتن سے جدا ہو گیا تو خون کا ہر قطرہ زبانِ حال سے کہہ رہا تھا۔

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا
درحقیقت اثار و قربانی اور جذبہ فدایت کا یہ آخری نظارہ تھا جس کے متعلق یوسف سلیم چشتی
کا یہ اقتباس سراسر مبنی بر صداقت ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کا یہ آخری نظارہ تھا جو چشمِ ہند نے دیکھا
اس کے بعد ایسا انقلاب عظیم رونما ہوا کہ مسلمان جہاد تو درکنار تلوار سے بھی محروم ہو گئے۔
کتنی سچی حقیقت ہے۔ پھر غلامی کی تاریک شب جس طرح دراز ہوئی اس سے کوئی انکار
کر سکتا ہے، اور اس تاریکی کے مکروہ اثرات یعنی تبدیلیِ قلوب سے تو تاہم روز چھٹکارا نہیں ہوا
نیا للعجب، ان سیاہ بخت، خونخوار، درندہ صفت، بے ضمیر، بدعہد اور قوم فروش لوگوں نے
ان کا کیا بگاڑا۔ کچھ بھی نہیں بلکہ یہاں تو بل احوال کا اعلان ہے اور اس حیات کو انسانی شعور سے
مادامہ قرار دیا جا رہا ہے۔ لیکن لا شعرون۔ نیز مردہ گمان کرنے کی ممانعت ہے۔ لا تحسبن الذین
قتلوا الایۃ۔

اور دوسری طرف خود کیا حاصل کیا آنے والی نسلوں کی لعنتِ ملامت۔ خدا کی طرف سے
دنیا میں ذلت و مسکنت جس کا نظارہ چشمِ بصیرت آج بھی کر سکتی ہے۔ رہ گیا اگلا جہاں، تو یہ خون
میں لت پت حاضر ہوں گے۔ حضرت حق کے وارے نیا رہے ہوں گے، حورانِ جنت جان پھر دیں
گی، پیغمبرِ با عظمت امتیوں کو دیکھ کر فخر محسوس کرے گا۔ دوسری طرف روسیاسی ہوگی۔ ٹھکانہ ڈھونڈیں
گے۔ ملے کہاں سے؟ شجرہ زقوم، مادِ لھلھل اور مادِ مصین سے دو چار ہونا پڑے گا۔ ان
بطشہ ریلٹ شدید۔

اعاذنا اللہ من ہذا ومن بطشہ و غضب نبیہ و لعنة ملائکتہ ومن

عذابہ النار۔

اختتام سے پہلے سرسری تذکرہ شاہ شہید کے علمی سرمایہ کا ضرور رہے۔ شاہ صاحب کو
فرصت نہ ملی، مٹی تو اسلامی لٹریچر کو اتنا کچھ دے جاتے کہ نسلیں فخر کرتیں۔ تاہم مختصر مدت میں
تقویۃ الایمان۔ جیسی کتاب تو دے گئے جس نے بقول مولانا گنگوہیؒ ان کی زندگی نے ۲، ۲ لاکھ
انسانوں کی کایا پلٹ دی (ادوار ثلاثہ ص ۶۳) اور جس وقت کے اعلیٰ علماء کی ہر تصدیق کے بعد اشاعت

کے لئے دیا۔ (ایضاً) علاوہ رسالہ یک روزی (تقریبۃ الایمان پر مولوی فضل حق صاحب کے اعتراضات کا جو ایک دن نہیں ایک مختصر نشست میں قلم برداشتہ لکھا۔) تنزیہ العینین، منصب الامت، اصول فقہ، صراط مستقیم (مشتمل بر ملفوظات حضرت سید احمدؒ و مقام تجدید) جیسا سرایہ علمی ان کی یادگار ہے۔ نیز حقیقت تصوف (ناپید) حیات طیبہ ص ۱۶۱ الاخوة ہند ص ۹۷ (حیات طیبہ) نیز تفسیر قرآن لکھنے کا ارادہ کیا۔ عم مکرم نے کہانی بات ہوتی لکھو کہ تفسیریں بہت ہیں تو ارادہ ترک کر دیا۔ (حیات طیبہ) علاوہ انہیں مکتوبات، ملفوظات، خطبات، اشعار کا ضخیم ذخیرہ جس کا کافی حصہ زمانہ کی بے اعتنائی کی نذر ہو گیا، تاہم کافی محفوظ ہے۔ مسکاً حنفی تھے، گو ابتدا اباعن التقلید تھا مگر بعد میں حنفیت کو اپنایا۔ (محققین کا یہی فیصلہ ہے واللہ اعلم) زمانہ ابابھی امام صاحب کی غلطیوں کے بعد دل قائل تھے۔ (حیات طیبہ ص ۹۸) طبیعت میں اعتدال تھا۔ افتراق جماعت سے سخت متنفر تھے، مولوی قاسم صاحب امام عید گاہ آپ کے شدید مخالف تھے۔ لیکن عید وہیں پڑھتے، سوال پرفراتے کہ افتراق جماعت سنگین جرم ہے، اللہ کے غضب کا سبب۔ (حیات طیبہ ص ۱۰۱) انگریزی فقہ سامانی کے شکار اور نکتہ چینیان شہید کیلئے اس کے بعد توبہ لازم ہے درہ مقدس خون کے چھینٹے روز محشر دامن یکدیں گے، چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔ نیز افتراق جماعت پر جی جان سے راضی ہونے والے اور عقائد کی بحث کو تشدد کے ہلکے ہتھیار سے تسلیم کرنے والے بزرگوں کو بھی غور و فکر سے کام لینا چاہئے۔ اصول تبلیغ اذع الی سبیلہ یتب بالحق بالحق والموعظة الحسنة ہے بلکہ محاذ لہ بھی ہو تو احسن طریق سے۔ وجاد نعم بالحق حمی احسن۔ تشدد اور ورشی زبان اللہ کو پسند ہوتی تو بقول رئیس اللہ چوہدری انغل حق مروجہ چرچے کی زبان نہ ہوتی تو ہے کی ہوتی۔ شیریں مقالی، ہندبانہ اور سنجیدہ گفتگو شیوہ سلم ہونا چاہئے، مخالفین کو کو سنا عقل و دانش نہیں کسی کے باپ کی دہیں تو ہیں کرے گا جو دوسروں کے بزرگوں پر گند اچھالے۔ لَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدُوًّا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ (القرآن) خداوند قدوس اسلاف کے نقش قدم پر چلائے ان کے دامن عقیدت سے سچی وابستگی نصیب فرمائے، اسی میں کامیابی ہے اور اس کے بعد ان کے مشن کی تکمیل ممکن ہے خدا توفیق بخشے۔ حرف آخر کے طور پر نواب سر محمد ناصر الملک مرحوم بہتر آف پترال کے تین شعر بہ یاد شہید ملاحظہ فرمائیں :

ہندیان خفتہ را بیدار کرو ہندگان نفس را احرار کرو
اے ذبیح اللہ اسماعیل شد فدایت صور اسرافیل
گفت اسماعیل معبودم خدا است پیشوا شے من محمد مصطفیٰ است